بعض لوگ اس قدر امداد کے باوجود سعودی عرب کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن عوام اصل حقیقت کو جان چکے ہیں اب وہ حالات کبھی یہاں پیدا نہیں ہوں گے جو خلیج کی جنگ کے دوران پیش آئے تھے جب بعض حاسد قوتوں نے پاکستان میں سعودی عرب کے خلاف آواز بلند کرنی شروع کی تو پاکستان کے بہت سارے سادہ لوح لوگ منفی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر سعودی عرب کے خلاف سوچنا شروع ہو گئے تھے تو ان حالات میں جامعہ علوم اُثریہ جہلم سے میرے برادر اکبر علامہ محمد مدنی ؒ کی قیادت میں ایک قافلہ سر فروشاں نکلا جو تحفظ حرمین شریفین موومنٹ کے بینر تلے ملک بھر میں پھیلا اور اس نے عوام کو حقائق سے آگاہ کیا کہ سعودی عرب کی قیادت صرف ایک خطے کی نہیں بلکہ دنیا بھر کے امن اور عالم اسلام کی ترقی کیلئے باقاعدہ پہرہ دینا اپنا فرض سمجھتی ہے کیونکہ اس نے بانی مملکت شاہ عبدالعزیز سے یہی سیکھا ہے اور اسی قرآن وسنت کے جھنڈے کو تھام کر دنیا بھر میں امن اور محبت کے پیغام کو پھیلانے میں مصروف عمل ہے۔ الحمدللہ ہماری وہ تحریک رنگ لائی اور حق کو فتح ملی اور جھوٹوں کا منہ کالا ہوا۔

گزشتہ دنوں جب کراچی میں سعودی قونصلیٹ پر حملے اور سعودی سفارتکار حسن القحطانی کی شہادت کے بعد جامعہ علوم اُثریہ جہلم اور تحفظ حرمین شریفین موومنٹ نے جہلم کے علاوہ کئی مقامات پر بھرپور مظاہرے کیے اور اس قبیح ترین عمل کی نہ صرف مذمت کی بلکہ حکومت وقت سے پرزور مطالبہ بھی کیا کہ وہ ایسے عناصر کو کیفر کردار تک پہنچائیں جنہوں نے پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات کو خراب کرنیکی یہ مذموم حرکت کی ہے۔

سعودی عرب سے مسلمانان عالم کی محبت کی وجہ جہاں حرمین شریفین ہے وہیں پر سعودی قیادت کا اخلاص بھی ایک اہم عنصر ہے کیونکہ حرمین شریفین کی قیادت نے بالخصوص موجودہ فرمانروا شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود نے اپنے لئے شاہانہ لقب اختیار کرنے کی بجائے خادم الحرمین الشریفین کے لقب کو پسند کر کے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ حرمین شریفین کی رکھوالی اور حج وعمرہ کی غرض سے آنے والے اللہ کے مہمانوں کی خدمت ان کی اولین ترجیح ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق شاہ عبداللہ کی حکومت نے گزشتہ سالوں کے دوران 70 ارب سعودی ریال حرمین کی توسیع پر خرچ کیے۔ بیت اللہ اور مسجد نبوی کے علاوہ سعودی عرب کے دیگر مقامات کی زیارت کرنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ وہاں کس قدر سہولیات بہم پہنچانے کا عمل جاری ہے۔

شاہ عبداللہ نے ہمیشہ دنیا میں امن کے قیام پر زور دیا اور سعودی عرب کے معتمد ترین کبار علماء کو اعتماد میں لے کر آسمانی مذاہب کے مابین مکالمہ شروع کرنے پر زور دیا اور از خود اس کارِ خیر کا آغاز کیا۔ سعودی عرب کے علاوہ

اسپین میں اور اقوام متحدہ کے فورم پر مذاہب عالم کے ماننے والوں کو اکٹھا کر کے انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ موجودہ دور میں امن وامان کے مسئلے اور انسانی تباہی پر منتج ہونے والی جنگوں سے بچنے کا واحد راستہ مذاہب کے مابین مکالمہ ہے۔خادم الحرمین الشریفین کی طرف سے کیئے گئے اقدامات کی دنیا بھر نے تائید کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس کاوش کو پذیرائی بھی دی کہ آج دنیا بھر کے دانشوروں کا اس بات پر اتفاق ہوتا ہوا نظر آرہا ہے کہ امن کے قیام کیلئے بین المذاہب مکالمہ ہی وہ واحد راستہ ہے جو انسانیت کو بڑی تباہی سے بچا سکتا ہے۔شاہ عبداللہ نے جہاں امن عالم کی بات کی وہی ہمیشہ فلسطین، کشمیر سمیت حل طلب مسائل کے منصفانہ اور فوری حل پر بھی زور دیا اور واضح کیا کہ جب تک اس طرح کے دیرینہ مسائل قائم ہیں دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔

میں آخر میں سعودی عرب کے قومی دن کے موقع پر خادم الحرمین الشریفین اور سعودی عوام کو یہی کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری دعائیں اور محبتیں آپ کے ساتھ ہیں کیونکہ ہم پاکستانی مسلمان سعودی عرب سے اپنی محبت کو مفادات نہیں بلکہ ایمانیات کا حصہ سمجھتے ہیں اور ارض حرمین سے اپنے اس عقیدت کے رشتے کی ہر صورت حفاظت کیلئے پہرہ داری کرتے ہیں، ہماری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

کجا ماند مسلمانی......

جناب مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب، پاکستان میں بریلوی مسلک کے نامور عالم ہیں۔ہم ان کے شرفِ ذاتی اور تبحر علمی کا اعتراف ہی نہیں بلکہ احترام بھی کرتے ہیں مگر ہمارے پاؤں تلے سے زمین سرک گئی جب ہم نے سنا، دیکھا اس لئے نہیں کہ ہم ٹی۔وی نہیں دیکھتے کیونکہ یہ بے حیائی، عریانی اور فحاشی کا مبلغ ہے۔ کیا سنا؟ آپ بھی سنیئے کہ حضرت العلام پی۔ٹی۔وی پر رمضان، صدقۃ الفطر اور دیگر صدقات وفدیائے واجبہ کے پروگرام میں شریک تھے جبکہ اینکر پرسن کوئی بی بی تھی جو، ان کے احترام میں اپنی بے حجابیوں کی پردہ پوشی کیلئے کوئی موہوم سا دوپٹہ سر پر لئے تھی۔

اگر خبر مسٹر عامر لیاقت حسین سے متعلق ہوتی تو ہمیں حیرت ہوتی نہ افسوس...... کیونکہ وہ عالم دین نہیں بلکہ عالم آن لائن ہیں۔ وہ بریلویت کے "عشقِ نبیؐ " کا استحصال کرتے اور کندھے پر حضرت علیؓ کا بیج (Badge) لگا کر رفض کی نمائندگی کرتے ہیں۔وہ کسی بوتیک کا اشتہار ہیں۔وہ مرد وزن کی مخلوط مجالس میں اندر ہیں۔اس لئے وہ مرفوع القلم ہیں۔ہمیں معلوم ہے بات اب جناب مفتی صاحب کی نہیں رہی بڑے بڑے سکالر

چند ٹکوں کی خاطر ایسے پروگراموں میں بے دھڑک شامل ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان کی شمولیت سے کئی لوگ معصیت کا جواز نکال لیں گے۔ ہمیں مناسب نہیں لگتا کہ ہم ان کی شمولیت پر کوئی فتویٰ جاری کریں کیونکہ فتویٰ بازی باعث فساد ہوتی ہے۔ بہر حال اگر وہ خود کچھ فرمانا چاہیں تو حرمین کے صفحات حاضر ہیں۔ گو کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ وہ اس پروگرام میں غضِ بصر کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے شریک ہوئے ہوں گے اور غیر محرم بی بی کی مصاحبت کا پروانہ جواز کا خود شرعِ اسلام سے انہوں نے حاصل کر لیا ہوگا کیوں کہ بحیثیت مفتی دینِ متین، ان سے بڑا کون ہوگا جو ان کے اس فعل پر سند جواز کی مہر لگاتا؟

جیو ٹی۔وی سے استدعا

ہم ''جیو'' کے نام سے یہ سمجھتے ہیں ''جیو اور جینے دو'' کی پالیسی! ہم جیو کی آزاد سیاسی پالیسی کے قدردان ہیں مگر اس کی مذہبی پالیسی جس کا مدار مسٹر عامر لیاقت حسین ہے، سراسر، ایک خاص مذہبی فرقہ کے حق میں ہے۔ ہم یہ بھی سہہ لیتے بشرطیکہ اس کی بنیاد کلام اللہ اور حدیث رسولؐ پر ہوتی اس کی اساس صرف خود ساختہ و خود تراشیدہ بے سند عقائد پر ہے۔ جو متنازعہ تاریخی واقعات سے جنم لیتے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں اسی قدر عرض کریں گے جیو کا یہ پروگرام دراصل تو اہل تشیع کو خوش کرنے کیلئے ہے جبکہ پیش منظر میں بریلویت کو رکھا گیا ہے۔ مسٹر عامر نہایت مہارت سے اہل تشیع اور بریلویوں کی مشترک اقدار کو پروان چڑھا رہے ہیں اور بریلوی مسلک کے لوگ بے خبری میں روز بروز اہل تشیع کے رنگ میں رنگے جا رہے ہیں۔ ہمیں اس سے بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جیو کے مالکان مسلمان ہونے کے ناطے اتنا ضرور سوچیں کہ ان کے پروگراموں سے عقیدہ توحید کی اساس تو نہیں متزلزل ہو رہی۔ ہمیں معلوم ہے کہ وہ کبھی کبھی دوسرے علماء کو بھی بلا لیتے ہیں جو اعزازانہ لے کر چلے جاتے ہیں مگر بات وہی کرتے ہیں جو پروگرام کے انچارج ان سے کروانا چاہتے ہیں۔ ہم ذاتی طور پر کوئی بھی ٹی۔وی چینل نہیں دیکھتے صرف دیکھنے والوں کی شکایات سن کر یہ استدعا کرتے ہیں کہ دوسرے ناظرین کے جذبات کا بھی احترام ہونا چاہیے۔

ہارون الرشید کی آزری

ملک کے نامور صحافی ہارون الرشید قلم کے آزر و مانی ہیں۔ انہوں نے سیاسی اور علمی میدان میں کئی بت تراشے، ان کے صنم کدہ کا سب سے بولا بت عمران خان ثابت ہوئے۔ شاید ہارون الرشید ابھی اس بت کی تراش

خراش میں مصروف تھے کہ طائرِ عیسیٰ کی طرح وہ پھُر سے اڑ گئے اور گلستانِ سیاست میں چہکنے لگے۔ میں نے سوچ سمجھ کر ان کا چہکنا لکھا ہے کہ ان کا احترام برقرار رہے اگر احترام ملحوظ نہ ہوتا تو چہکنا یا چہچانا انہیں زیبا نہیں تھا، کیونکہ طائرِ عیسیٰ کیلئے اردو میں نذیر احمد دہلوی نے، اس کے بولنے کو 'صدائے بے ہنگام' لکھا ہے۔ سوال کا بولنا تو بہرحال بڑا ہی ناگوار ہے۔ ان کی تیغ زبان سے، ان کے ہم عصر سیاستدان تو ہمیشہ سے ہی لہولہان تھے اور اب اعلیٰ ترین عدلیہ ان کی گزیدہ نیش زبان ہے۔ وہ کسی کو معاف کرتے ہیں نہ بخشتے ہیں۔ جس درسگاہ میں وہ پڑھے ہیں، لگتا ہے کہ اس کے نصاب سے ادب خارج اور گستاخی اس میں داخل تھی۔

سیاسی چشمک کا سیاستدانوں میں ہونا ضرور ہے مگر انہوں نے سیاسی لغت میں بڑے ہی مکروہ اضافے کیے ہیں۔ جنرل الیکشن میں وہ ہاتھ دھو کر میاں برادران کے پیچھے پڑے رہے اور بڑھک کے میدان میں مظہر شاہ کی اجارہ داری توڑ دی۔

سیاستدانوں کا اختلاف ہی تو سیاست کا حسن ہے۔ اسی سے بازارِ سیاست میں ہماہمی اور سرگرمی ہے۔ مگر سیاستدان تو ہوتا ہی وہ ہے جو گفتار کی نرمی و گرمی کا شاہکار ہوتا ہے۔ خان صاحب کے سیاسی مستقبل کے بارے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر بھائی لوہاری کا یہ انداز اسے گہنا دے گا۔ رہا یہ کہ یہودیت و نصرانیت کا ایجنٹ کون ہے تو عوام جانتے ہیں کہ مولانا فضل الرحمٰن کے حرم میں الحمد للہ مسلمان بیوی بستی ہے اور ان کا رشتہ مصاہرت مسلمان گھرانے سے جڑا ہے جبکہ خان صاحب کے حجلہ عروسی میں جمائما بی بی آئیں۔ وہ کتابیہ ہیں۔ بقول بعضے وہ یہودیہ ہیں۔ یہودی دودھ اور مسلمان خون کا ملاپ، ان کے خلوت خانہ میں ہوا۔ بچے ہوئے۔ طلاق ہوئی۔ پھر راضی نامہ ہوا۔ بی بی جمائما بچے باپ سے ملوانے وارد پاکستان ہوتی رہتی ہیں۔ بلکہ شوکت خانم ہسپتال کیلئے چندہ گیری کی مہم میں بھی شامل ہوئیں اور خان صاحب کے سیاسی جلسوں میں رونق افروز ہوتی ہیں۔ البتہ ہمیں معلوم نہیں وہ قیام پذیر کہاں ہوتی ہیں کیونکہ طلاق کے بعد کپتان اور ان کا گھران پر حرام ہے۔ قرائن وحقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو ''یہودی ایجنٹ'' کی پھبتی ان پر لگتی ہے۔ مولانا پر نہیں!

نسیمے از حجاز

اقبالؒ نے ''نسیمے از حجاز'' کی اس مختصر سی ترکیب میں اپنی وہ حسرت بیان کی ہے جو اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور اسلامی تہذیب کے احیاء اور اسلامی انقلاب کے برپا ہونے کیلئے ان کے دل میں تھی۔ وہ تہذیب غرب کے

پجاریوں کو گندے انڈے کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک یورپ کے رندے بڑے بڑے تیز ہیں، جنھوں نے مسلمانوں کو اس طرح چھیل کر رکھ دیا ہے کہ اسلامی تہذیب کا ہر نشان مٹا دیا ہے۔ وطنِ عزیز کے ایوانِ اقتدار میں کئی سیاسی و فوجی قافلے اترے اور ہم ہر قافلے سے یہ امید وابستہ کئے رہے کہ وہ کچھ خدمتِ اسلام بھی کرے گا اور ہماری ارضِ پاک کو واقعی پاک لوگوں کا وطن بنا دے گا جہاں گلشنِ اسلام کی بہار آفرینیاں ہمیں دیکھنے کو ملیں گی۔ جہاں خلافتِ راشدہ کے منہج پر ایک اسلامی جمہوری حکومت قائم ہوگی۔ جہاں اللہ کی زمین پر، اللہ کا قانون نافذ ہوگا۔ جہاں اسلام کا سماجی انصاف ہر کہ ومہ کو ملے گا۔ جہاں درّہ فاروقی کی دھاک ایک بار پھر دشمنانِ اسلام کے قلعوں کے کنگرے گرا دے گی۔ جہاں سے اٹھنے والی صدائے ''لا الہ الا اللہ'' بھارت کے کراڑوں کو لرزہ براندام کر دے گی مگر......

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب ہم میاں نواز شریف کی مسلم لیگی حکومت سے ایک بار پھر یہی امید وابستہ کر کے بیٹھے ہیں کہ وہ اپنے تاریخی مینڈیٹ پر سجدہ شکر بجا لائیں اور کچھ خدمتِ اسلام بھی کر جائیں۔ اقتدار ان کو اب تیسری بار ملا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ استثنائی اعزاز، اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی لئے دیا ہے کہ وہ عہد پورا کریں جو برصغیر کے دس کروڑ مسلمانوں نے بابائے قوم محمد علی جناحؒ کی قیادت اور مسلم لیگ کی سیادت میں اللہ سے باندھا تھا کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہوگا۔ مگر ان کی حکومت کے تیور ایسے نہیں لگتے۔ وہ بے شک بلٹ (Bullet) ٹرین چلائیں پر اس گاڑی کا انجن بھی چلائیں جس پر سفر کر کے ہم اتریں تو ہمارے سامنے آسمانی جنت کا آخری سٹیشن ہو۔ اقتدار آنی جانی اور حیاتِ مستعار فانی ہے۔ اہل پاکستان اس اسلامی حکومت کے دیکھنے کو ترس گئے ہیں جس کا وعدہ مسلم لیگ نے ان سے کیا تھا۔ لاکھوں سچے مسلمان یہ ناکام تمنا لئے قبروں میں جا بسے ہیں سرزمین پاکستان میں سے بے حیائی اور فحاشی کے اگر چند کانٹے نکال دیئے جائیں تو مسلم عوام خود ہی اسلامی طرزِ حیات اپنا لیں گے۔ اس سرزمین میں اتنا نم موجود ہے کہ اگر گندے انڈے دینے والی مرغیاں ڈربوں میں بند کر دی جائیں تو اس کھیتی میں اسلام کی فصل خود ہی اُگ آئے گی۔

اسلام اور شعائرِ اسلام سے محبت اہل پاکستان کی خلقت میں داخل ہے مگر وہ بے بس ہیں کیونکہ بدی کی قوتوں کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔ اگر سرکار کی زمامِ کار مشرف اور پرویز الٰہی کے ہاتھ میں نہ ہوتی تو یہاں میراتھن ریس ہرگز منعقد نہ ہوتی۔ اس فحاشی کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ جب اقتدار مشرف کے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر یہ میراتھن ریس منعقد نہ ہوئی۔ یوں ہماری دلیل درست ہے کہ یہاں بے حیائی اور اخلاق سوزی سرکاری سرپرستی میں ہوتی ہے۔ اس لئے ہم میاں صاحب سے کم از کم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ سرکاری اور نجی ٹی۔ وی چینلز پر ہونے والی